مکتوب بنام حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ　　　　حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی

حضرت فانی صاحب کا سفرِ حج

صاحب العز والمجد والکرم استاذ العلماء واستاذی المحترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

متعنا الله تعالیٰ بطول حیاتك وبجار علومك ۔ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ گرامی قدر۔

عرض یہ ہے کہ بندۂ پر تقصیر اُس کیف آور فرحت افزا لمحے کو نہیں بھول سکتا جب اللہ کریم جل جلالہ کے خصوصی فضل وکرم و احسان و عنایت بے غایت اور آں محترم کی مشفقانہ توجہ اور اصاغر پروری سے حج و زیارت بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ ومہبط انوار ربانیہ مرکز تجلیات بلد امین مدینۃ النبیؐ مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

آرزوئیں مضطرب اور حسرتیں بیتاب:

مدتوں سے دل میں ارمان مچلتے رہے، آرزوئیں کروٹیں بدلتی رہیں، حسرتیں مضطرب اور بیتاب تھیں کہ وہ باسعادت لمحہ کب آئیگا کہ غیب سے صدائے دلنواز آجائے کہ سنو! حج اور روضۂ رسولؐ کی زیارت کے لئے رختِ سفر باندھو کیونکہ بظاہر تو ہم بے بضاعت فقیروں کے پاس وسائل اور مادی اسباب دستیاب نہیں کہ اس کے سہارے اس متاع گرانمایہ کے حصول کیلئے تگ وتاز اور جدوجہد کریں۔ بحمد اللہ وہ بہار آفریں ساعت آپہنچی جس میں اس گدائے بے نوا کو حرمین شریفین کے سفر کیلئے رخت سفر باندھنے کی بشارت عظمیٰ دی گئی۔ اللہ اللہ! اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔

ع　　یکہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا خواب

کیفیت جذب دروں اور وارفتگی دل:

دل پر سرشاری دیوانگی اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہوئی۔ حیرت و استعجاب کے عالم میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں، بے وقاری کی وہ کیفیت جذب دروں کا وہ سماں کب بھلانے کے قابل ہے۔ اشکوں کا ایک سیلاب اُمڈ گیا۔ کیا بتاؤں، زباں کو یارائے سخن نہیں کہ ان کیفیات و وجدانیات پر نطق کرے، الفاظ ان احساسات کے اظہار کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ شکستہ قلم میں وہ قوت نہیں کہ وہ ان باطنی جذبات کو حیطۂ تحریر میں لائے۔ ان سطور کے لکھتے وقت وہ تمام مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں۔　　ع　　آنکھوں کے سامنے ہے وہ جذبات کا عالم

پس منظر کچھ یوں ہے کہ ۴ مئی ۱۹۹۴ء کو برادر محترم صاحبزادہ حافظ راشد الحق سمیع صاحب مدیر ماہنامہ ''الحق'' نے بندہ سے کہا کہ ہمارے دوست عمران کے چچا کا انتقال ہوا ہے اور مردان میں عصر کے وقت انکی نماز جنازہ ادا کی جائیگی تو

آپ میرے ساتھ جنازہ میں شرکت کیلئے جائینگے چنانچہ ہم وقت مقررہ پر پہنچے۔

صدائے مسرت بزبان مولانا حامد الحق:

جب جنازہ سے فارغ ہوئے اور واپس مدرسہ آئے تو ابھی بندہ گھر میں داخل ہوا ہی تھا کہ کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ میرے ساتھ بھی فکر دامن گیر ہوئی کہ یہ کون ہے؟ اور اتنے زور زور سے مسلسل دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ برادر محترم صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی صاحب کھڑے تھے وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ مجھے کہا کہ فانی صاحب آپ کہاں گئے تھے؟ میں آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں برادرم راشد الحق صاحب کے ساتھ مردان گیا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ خیر تو ہے آپ تو بہت بے چین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کیلئے بہت بڑی خوشخبری لیکر آیا ہوں۔ میں نے بیتابی سے پوچھا کہ کیا خوشخبری ہے جلدی سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کے حج بیت اللہ کا انتظام ہوگیا۔ اتنے میں برادرم راشد الحق دوڑے آئے اور کہا کہ فانی صاحب مبارک ہو، آپ کا حج کا پروگرام بن گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا اور ان کو کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! واللہ بس کل پرسوں آپ کی روانگی ہے۔ پہلے تو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں حواس باختہ تھا اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ چونکہ دس بارہ دن پہلے بندہ کی گھر والی اپنے والد میرے سسر مولانا عبدالحئی صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ تشریف لے گئی اور میں اپنے ساتھ اپنی والدہ محترمہ یہاں مدرسہ لایا تھا میں نے ان کو کہا کہ میرے ساتھ وہاں کوئی نہیں، بچے چھوٹے تھے تو ان کو گاؤں ہی میں اپنی نانی کے پاس چھوڑ آیا تھا اور والدہ صاحبہ چونکہ بیمار رہتیں میں نے مناسب یہ سمجھا کہ ان کو اکوڑہ لے چلوں اگر بیماری کی شکایت بڑھ جائے تو پھر اسکو وہاں سے پشاور ڈاکٹر کے پاس لے جانا زیادہ آسان ہوگا تو برادرم مولانا حامد الحق صاحب نے بتایا کہ آج ابا جی محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا اسلام آباد سے فون مجھے آیا اور فرمایا کہ مجھے حکومت کی طرف سے نو افراد کو حج پر لے جانے کی آفر ہوئی ہے تو آپ ان افراد کا تعین کرلیں تو انہوں نے کہا کہ باقی آپ کی مرضی لیکن فانی صاحب کا نام ان افراد میں ضرور آجائے اس لئے کہ ان کی اہلیہ اپنے والد کے ساتھ حج پر گئی ہے اور وہ بے چارہ یہاں پر افسوس کر رہا ہے کہ کاش میرے پاس وسائل ہوتے تو ہم اکھٹے حج پر چلے جاتے تو ابا جی نے آپ کا نام دیا ہے اور اب آپ اپنی تصویریں وغیرہ بنوالیں۔ مجھ پر سراسیمگی طاری ہوگئی۔ تصاویر کے نیگٹ بندہ کے پاس تھے لیکن تلاش بسیار کے باوجود نہ ملے چنانچہ برادرم راشد الحق صاحب نے بندہ کو اپنی کار میں بٹھایا اور فوٹوگرافر کے پاس ارجنٹ فوٹوز اتروانے کیلئے لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ رات دس بجے بجلی چلی جاتی ہے اب دیکھیں گے آپ کی قسمت۔ ہم نے کہا جب اللہ نے اتنا کرم کیا ہے تو یہ بھی ہو جائیگا چنانچہ بروقت تصویریں مل گئیں اور اسی رات بجلی بھی برقرار رہی پھر صبح تصویریں لیکر اسلام آباد چلے گئے وہاں حضرت مولانا سمیع

الحق صاحب سے ملاقات ہوگئی تشکر وامتنان کے جذبات کے ساتھ ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ دن ہم نے اسلام آباد میں گزارا۔ مغرب کی اذان کے وقت ناظم ''الحق'' جناب شفیق الدین فاروقی نے یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ آپ کا نام کمپیوٹر میں ثبت ہوگیا ہے، مبارک ہو۔ رات گیارہ بجے گھر پہنچا۔

والدہ محترمہ کی دعائیں:

بندہ نے ان تمام واقعات سے والدہ صاحبہ کو بے خبر رکھا تھا۔ دل میں سوچا تھا کہ میں انہیں پہلے سے بتادوں اور بعد میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوجائے تو انسان شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ والدہ محترمہ نے بندہ سے پوچھا کہ کل سے آپ بے چین اور بے قرار ہیں کیا وجہ ہے تو بندہ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں انہوں نے کمال شفقت سے پوچھا کہ بچے کس چیز کی مبارکباد؟ بندہ نے کہا کہ حج بیت اللہ کیلئے جارہا ہوں انہوں نے حیرت واستعجاب کے عالم میں پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے داخلہ نہیں کیا۔ آنے جانے کیلئے رقم بھی نہیں اور اب تو تمام لوگ جو کہ حج کا ارادہ رکھتے تھے وہ گئے اور ایام حج بھی شروع ہونیوالے ہیں تو تم کیسے جاؤگے؟ بندہ نے عرض کیا جب اللہ تعالیٰ غیب سے انتظام فرمائے تو اس میں بندہ کیا کرسکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بچے صاف صاف بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے ان کو ماجرا سنایا۔ وہ انتہائی خوش ہوگئی اور مجھے مبارکباد دینے لگی۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیلئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں دینے لگیں اور ساتھ ساتھ ان کے صاحبزادگان محترم مولانا حامد الحق حقانی اور حافظ راشد الحق حقانی کیلئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمایا اور جب بھی میرے حج بیت اللہ کا تذکرہ چھڑ جاتا تو والدہ صاحبہ فرماتی کہ میں نے ان کو اس عظیم احسان پر اپنی دعاؤں میں نہیں بھلایا۔ پھر میں اپنی والدہ صاحبہ کو زروبی ضلع صوابی چلا آیا دوسرے دن بندہ اسلام آباد مدینۃ الحجاج گیا۔

احساسات کا طوفان بلاخیز:

اس دوران جذبات واحساسات کا ایک طوفان بلاخیز سینے اور قلب ودماغ میں موجزن رہا آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے ،حضرت مولانا نے بندہ سے فرمایا کہ جذبات دل اور واردات قلبی کی انگخت کیلئے مولانا مناظر احسن گیلانی کی فلاں کتاب (نام بھول گیا ہوں) کا مطالعہ کریں۔ بندہ نے عرض کیا، بندہ تو بالکل مغلوب الحال ہورہا ہے اور اب مجھ مزید برداشت کرنے کی طاقت نہیں بار بار اپنی بے بضاعتی کم ہمتی توشہ عمل سے تہی دامنی اور گناہوں کے احساس کے بوجھ تلے محوتحیر ہوجاتا کہ ایک سراپا تقصیر پر یہ لطف وکرم اور یہ فضل واحسان اے شان کریمی تری کیا بات ہے اور اپنے استاذ ذی وقار کی یہ عنایت خسروانہ ،سبحان اللہ تقدیر کے کیا فیصلے ہوتے ہیں بندہ تو اپنے آپ کو بالکل اس شعر کا مصداق سمجھتا ہے

مورِ مسکیں ہوسے کہ بکعبہ رسید　　　دست بر پائے کبوتر زدوناگاہ رسید

کس منہ سے جاؤں گا؟

فلائٹ کا وقت جوں جوں قریب ہوتا گیا دل کی دھڑکنوں کا عالم عجیب ہوتا گیا تا آنکہ پاکستانی وقت کے مطابق

سعودی ائرلائن میں رات کے بارہ بجے سوار ہوئے۔نصیر اللہ بابر اس وقت کے وزیر داخلہ نے ہمیں الوداع کہا۔دل میں بار بار یہ کہتا رہا کہ اے خدا ایک گنہگار آپ کے گھر کی زیارت کیلئے شرمسار آنکھوں سے محو پرواز ہے

ے کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب — شرم تم کو مگر نہیں آتی

ایسے نیک خلائق کو اپنے پاک در کی زیارت کے قابل سمجھا تیری رحمت بے پایاں کا کیا ٹھکانہ

ے لطف واحسان آپکا ہے مہربانی آپ کی — بندہ کس لائق ہے ''مولا'' قدردانی آپ کی

ے جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا — یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

ے شکر ہے ترا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا — تو نے اپنے گھر بلایا ،میں تو اس قابل نہ تھا

ے مری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا — پر نہیں تو نے بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا

جدہ سے مدینہ روانگی:

اذان سحر سے کچھ آدھ گھنٹہ پہلے ہم جدہ پہنچ گئے وہاں پر فجر کی نماز پڑھی تین چار گھنٹے ہم جدہ ایئرپورٹ پر موجود رہے اور وہاں پر گومگو کی کیفیت طاری رہی کیونکہ حکام کبھی کہتے کہ یہاں سے آپ لوگ مکہ جائیں گے احرام باندھ لیں لیکن اس صورت میں ہم تمام ساتھیوں پر دم واجب ہوتا اس لئے کہ یہاں پاکستان میں حکام نے ہماری ترتیب بتائی تھی کہ پہلے مدینہ منورہ جانا ہے اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ حج کیلئے آنا ہوگا۔اس لئے ہم نے یہاں سے احرام نہیں باندھا اب اگر ہم جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے تو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز سے ہم پر دم لازم آتا ہم وہاں پر موجود تھے کہ اسلام آباد سے ایک اور جہاز آپہنچا پھر کہیں عصر کی وقت ہمیں مدینہ منورہ لیجانے کیلئے بسیں آگئیں ہم اس میں سوار ہوئے اور یہاں سے مدنیہ منورہ کی طرف سفر شوق شروع ہوا

مدینے کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ — جبیں افسردہ افسرہ قدم لغزیدہ لغزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب طیبہ — نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ

دیدار مدینہ منورہ:

بس وسیع وعریض اور صاف وشفاف شاہراہ پر تیزی کیساتھ سوئے منزل روانہ تھا۔جذبات وکیفیاتِ دل کا جو حال تھا،وہ اللہ ہی بخوبی جانتا ہے یہ مدینہ النبی ہے یہ محبوب خدا سیدالاولین والآخرین کا محبوب شہر جس کے بارے میں فرمایا اللھم حبب الینا المدینہ جوں جوں منزل قریب ہوتی گئی آتش شوق بڑھتا گیا

ے وعدۂ وصل چوں قریب شود — آتشِ عشق تیز تر گردد

گنبد خضرا کا دیدار:

ہم گاڑی کے شیشوں سے باہر کا منظر دیکھ رہے تھے۔چونکہ رات کا وقت تھا تاریکی تھی البتہ جہاں آبادی

تھی وہاں پر روشنی نظر آتی تا آنکہ ابھی ہم مدینہ منورہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھے کہ گنبد خضریٰ نظر آیا گنبد پر نظر پڑتے ہی آنکھوں سے اشکوں کے فوارے پھوٹ پڑے گاڑی رواں تھی کچھ فاصلہ پر یہ حسین منظر آنکھوں سے اوجھل ہوجاتا پھر وہ سبز نظارے نظر آنے شروع ہوجاتے۔

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے ؎ اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

رات کے تین بجے تقریباً ھم مدینہ منورہ پہنچے ،سبحان اللہ وہ پر نور فضائیں وہ پر کیف ہوائیں وہ وجد آفریں ماحول وہ بہار آگئیں منظر ہر طرف نور ہی نور ہر جانب روح پر واسکوت جذبِ دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا جیتے جی میں گلشن جنت میں داخل ہوگیا اور ہم جو حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے تھے اور دل میں مدینہ منورہ کی زیارت و تمنا لئے شب و روز فراقِ یار میں گزار رہے تھے آج اللہ نے ہماری تمنائیں ہماری آرزوئیں ہمارے ارماں ہماری حسرتیں پوری فرمائیں ،زہے نصیب زہے قسمت آج ہمارا طالعِ قسمت اوج برج کمال پر تھا یہ مواقع کب ہر کسی کو نصیب ہوتے ہیں جو گلی کوچے جبرائیل امین کی رہگزر رہیں جہاں پر اللہ کی نورانی مخلوق ادب واحترام سے محوخرام ہوئی آج ان گلیوں میں مجھ جیسا گنہگار اور نالائق و روسیاہ بھی چل پھر رہا ہے۔ایک مسلمان کیلئے اس سے بڑی اور کیا سعادت ہوسکتی ہے۔ ؎ جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ فانؔی وہ خرابہ ہے اسے دل نہیں کہتے

ہم نے اپنا سامان مدینہ منورہ کے ایک ہوٹل میں رکھا اور سیدھا مسجد نبوی کی طرف چل پڑے۔گنبد خضریٰ کا نظارہ کیا بار بار اس کی طرف نگاہیں اٹھتیں۔

مسجد نبویؐ کی اذان:

مسجد نبوی میں نماز ادا کی کچھ دیر آرام کیا اور پھر فجر کی آذان کے شروع ہوئی مسجد نبویؐ سے فجر کی اذان کی آواز جس لحن اور حجازی لے کے ساتھ وہ آواز ساعتوں سے ٹکرا رہی تھی اس حلاوت کا کیا کہنے۔اسی مسجد نبویؐ میں حضرت بلال حبشیؓ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے آذان دیا کرتے تھے آج اس کا وارث اسی محترم و معظم مقام پر کھڑا مسلمانوں کو دعوت نماز دے رہا تھا۔نماز سے فارغ ہوئے تو روضۂ اطہر پر سید الکونین والثقلین کو سلام کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔انتہائی احتیاط کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ کیونکہ یہ وہ مقدس ترین مقام ہے کہ جہاں سید الکونین رہتے ہیں۔تمام روئے زمین پر بلکہ تمام کائنات میں اس سے افضل کوئی بقعۂ ارض یا قطعۂ زمین نہیں جیسا کہ امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے ایّ البقاع افضل اس کے ضمن مین حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں والحق انه افضل من العرش والکرسی واللوح والقلم الخ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ میآیند جنید و بایزید ایں جا